پاکستان میں بدامنی کی سیاسی اور مذہبی وجوہات، ان کا تجزیہ اور سدباب

Unrest in Pakistan, Political and social causes, Their analysis and a permanent solution

Mufti Dilawar Khan
Lecturer The University of Lahore, Sargodha Campus
Email: dilawar.khan@ais.uol.edu.pk

Hafiz Sajjad Haider Haidery
Lecturer The University of Lahore, Sargodha Campus
Email: Sajjad.haider@ais.uol.edu.pk

Ibtisam ur Rehman
Research associate, Allama Iqbal Open University Islamabad
Email: ibtisam.rehman@aiou.edu.pk

Abstract

A human being , from East or West ,king or a beggar ,Muslim or non Muslim has few basic desires and the top most of these is about which he believes that this will give him peace, satisfaction and calmness .We are living in a age where the world has become a global village. If a person wants to get information about the other corner of the world now it is no more difficult for him to do it within minutes and seconds. This phenomenon has some benefits and some damages as well. No one can remain in different to such news. On the basis of personal experiences and analysis he declares few factors as the basics of every chaos but we have to come out side of our individual lives to ponder upon those factors which are root cause of chaos at social and international levels.Our try is to present the most crucial factors which are root cause of chaos at individual, collective, social and at international level and the best possible solution to bring peace and satisfaction in our lives at individual, national and international level.All this study is conducted keeping in mind the nature of a common human being whether he is Muslim or not, Eastern or Western and belonging to any walk of life.

Keywords: Islam, Pakistan, peace, society

انسان کی فطرت ہے کہ جب وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے، تو سب سے پہلے وہ خود کوشش کرتا ہے کہ بغیر کسی کی مدد کے میں اس مصیبت سے نکل جاؤں، اگر وہ خود ناکام ہوتا ہے تو پھر اپنے قریبی دوست احباب سے مدد کی بھیک مانگتا ہے، اور جب اس کو ہر طرف سے انکار ہی نظر آرہا ہوتا ہے یا کوئی مدد کے لیے اس کی سنوائی نہیں ہو رہی ہوتی ہے، تب وہ خدا کی بارگاہ میں اپنا سر جھکاتا ہے اور اس کو مدد کے لیے پکارتا ہے لیکن وہاں سے کچھ اس کو مدد کے آثار نظر نہیں آتے، تو وہ اپنی بے بسی اور لاچارگی کی بنا پر ناامید ہو جاتا ہے، لکھا ہے کہ عین اس وقت جب وہ ہر

طرف سے ناامیدی لے کر بیٹھ جاتا ہے تب خدا کی مدد اور اس کی رحمت بندہ پر متوجہ ہوتی ہے۔ میں نے یہ بات اس لیے کہی کہ موجودہ پاکستان کی صورت حال انتہائی نازک ہے چاہے وہ سیاسی ہو، معاشرتی ہو یا معاشی ہو۔ اور اہل ارباب اور دانشمند لوگ انتہائی پریشان بھی ہیں اور کوشش بھی حتی الوسع کر رہے ہیں کہ ان نازک حالات میں کیا جائے اور وہ اپنی علمی اور تجربہ کی بنیاد پر مختلف تجاویز پیش کر رہے ہیں۔ لیکن جو میرا خیال ہے شاید اور لوگوں کا بھی ہو، وہ یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے مسلمان ہیں اور پھر ہم پاکستانی ہیں۔ اور ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض بنتا ہے کہ اس نازک صورت حال میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کا مطالعہ کریں۔ میں صرف ایک دو آیات پیش کروں گا کہ جو ایک مسلمان کی رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا تو اس کی معیشت میں تنگ کر دوں گا اور معیشت کی تنگی سے مراد یہ ہے کہ اس کی زندگی اجیرن بنا دوں گا۔ اسی طرح ایک اور آیت میں یہ آتا ہے کہ اگر بستی والے ایمان لائیں اور تقوی اختیار کریں تو ہم ان پر آسمان سے برکتیں نازل کریں گے۔ خدا کے بندہ پر حقوق جو ہیں کہ انسان اپنی زندگی کے ہر پہلوؤں میں خدا اور اس کے رسول سے رہنمائی لے چاہے وہ معاشرتی رہنمائی ہو، یا معاشی ہو یا سیاسی حوالہ سے ہو۔ اور زندگی کے تینوں شعبوں میں قرآن و حدیث کی روشنی میں ہدایات موجود ہیں۔ اور ہم نے خدا کی تعلیمات کو صرف معاشرتی رویوں تک محدود کر دیا ہے اور وہ بھی جو عبادات سے متعلقہ ہیں حالانکہ بالکل ایسا نہیں ہے۔

ایک انسان کے دوسرے انسان پر حقوق

جتنی بھی قومیں دنیا میں بستی ہیں اکثر کسی آسمانی کتاب کی پیروکار ہیں اگرچہ بعض کتب کے اندر تحریف ہو چکی ہے، کوئی مذہب بھی فساد اور انتشار کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ ہر مذہب میں انسان کی بہت بڑی وقعت ہے اور ایک انسان کی جان کی اتنی قیمت ہے کہ دنیا کی کوئی قیمتی چیز نہ اس کا مقابلہ کر سکتی ہے اور نہ ہی اس کے متبادل کوئی چیز ہو سکتی ہے ،اوراقوام متحدہ کے قوانین میں بھی انسان کی جان کی بڑی قدر اوراس سے متعلقہ قوانین موجود ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "جس نے کسی نفس کو بغیر کسی ظلم کے قتل کیا یا زمین کے اندر فساد کیا تو گویا اس نے (ایک انسان کو نہیں) پوری انسانیت کو قتل کیا، اور جس نے کسی کی جان بچائی تو گویا اس نے پوری انسانیت کی جان بچائی۔(1)

قرآن کی اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے لفظ "نفس" ذکر فرمایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ہاں چاہے انسان مسلمان ہو یا کافر یا وہ کسی مذہب کا پیروکار ہو اس کی جان کو قتل کرنا ایک انتہائی خطرناک جرم ہے اور اللہ کے

ہاں اس کا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ نے بغیر کسی حق کے کسی انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا، "ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، پس مخلوق میں سب سے زیادہ پسندیدہ اللہ کو وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرے". (2)

پوری دنیا کو ایک خاندان کی طرح رہنا چاہیے اور آپس میں بھر پور محبت والی زندگی گزارنی چاہیے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا، "دین خلوص اور خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے کہا کس طرح کی خیر خواہی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ کی اور اسکی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے حاکموں کی اور تمام لوگوں کی"۔(3)

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق

ایک حدیث میں جناب رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی کامل مومن نہیں ہو سکتا کہ جب تک اپنے بھائی کیلئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔(4) اسی طرح ایک اور حدیث میں جناب رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور دست درازی سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔(5) اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے، فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس کی خیانت کرے اور نہ اس سے جھوٹ بولے اور نہ اسے اپنی تائید اور مدد سے محروم کرے۔ مسلمان کی مسلمان پر یہ چیزیں حرام ہیں، اس کی عزت، اس کا مال، اس کا خون، تقویٰ یہاں ہے (آپؐ نے دل کی طرف اشارہ کیا) آدمی کے شر ہونے کیلئے کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی مسلمان کو حقیر سمجھے۔

حدیث کے آخری الفاظ میں جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا '**بحسب امرئ من الشر أن يحتقر أخاه المسلم**' یہ الفاظ ما قبل تمام حدیث کا نچوڑ ہیں، ایک انسان جب دوسرے انسان کو حقیر سمجھتا ہے تو پھر اس کا مال کیا اس سے متعلقہ تمام چیزوں کو بے معنی سمجھتا ہے، یہاں تک اس کی عزت، مال اور آخر میں اتنا وحشی بن جاتا ہے کہ اس کا خون کرنے پر بھی اتر آتا ہے اور انسانیت کو بھی بھلا بیٹھتا ہے، ایک اور حدیث: مومن مومن کیلئے مکان کی مانند ہے مضبوط کرتا ہے بعض اس کا بعض کو (جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے)۔(6) اسی طرح ایک حدیث میں جناب رسول ﷺ سے روایت ہے، فرمایا: جس نے کسی مسلمان سے کوئی تکلیف دنیا کی تکلیفوں میں سے دور کی، اللہ دور کریں گے قیامت کے دن اس کی تکلیف کو اور جس نے تنگ دست پر دنیا میں آسانی کی، اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی کریں گے۔ اور جس نے دنیا میں کسی مسلمان کے عیب کو چھپایا، اللہ تعالیٰ

اس کو عیب کو دنیا و آخرت میں چھپائیں گے اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہے۔(7)

اس کے علاوہ کئی اور احادیث ہیں جس میں مسلمان کی مدد اور اس کی تکلیف دور کرنے پر اجر و ثواب رکھا گیا ہے اگر ہم پہلی حدیث کا جائزہ لیں، بعض محدثین نے اس پہلی حدیث کو (جو اپنے لیے پسند کرو وہ اپنے بھائی کیلئے پسند کرو) دین کا چوتھائی حصہ بتایا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے۔ اگر صرف ہم اسی حدیث پر عمل کریں، تو دنیا سے بہت ساری تکالیف اور مصائب دور ہو سکتی ہیں، اس کا محاسبہ ہم اس طرح کر سکتے ہیں کہ اگر ہم کسی کے بارے میں لب کشائی کرنا چاہیں یا تکلیف دینا چاہیں تو تھوڑی دیر کیلئے ہم اپنے آپ کو اس کی جگہ پر رکھ کر سوچیں کہ اگر وہ مجھے تکلیف دیتا یا ستاتا تو مجھے کتنی تکلیف ہوتی۔

اسی طرح دوسری حدیث میں آتا ہے کہ اللہ اس وقت تک ہماری مدد کرتے رہتے ہیں جب تک ہم کسی کی مدد کر رہے ہیں، حالانکہ ہمارا حال تو یہ ہے کہ دوسرے کا کام ہو یا نہ ہو اپنا ضرور ہونا چاہیے اور دوسرے کا اگر ہو بھی رہا ہے تو اس کی مدد کرنے کے بجائے ہم اس میں بے جا مداخلت کرتے ہیں تاکہ اس کا کام نہ ہو۔ اس حدیث میں جناب رسولؐ نے ایک ایسا سبق امت کو تعلیم دیا ہے کہ اگر ہم دوسرے کے مددگار اور معین ثابت ہوں گے، تو انفرادی، خاندانی اور معاشرتی حوالے سے سکون میں رہیں گے، کیونکہ جب ہم دوسرے لوگوں کی مدد کریں گے ان کو تکلیف اور ستانے سے گریز کریں گے تو نتیجۃً دوسرے لوگوں کے دلوں میں ہماری محبت بھی پیدا ہو گی اور دوسرے کے ستانے اور تکلیف سے ہم خود بھی محفوظ رہیں گے اور اللہ بھی ہماری مدد کریں گے کہ جب ہم دوسرے لوگوں کی مدد کریں گے۔ اسی طرح ہمیں اس چیز کی بھی تعلیم دی گی ہے کہ ہم کسی کے عیب کو تلاش نہ کریں، کسی کی غیبت نہ کریں، کسی پر تہمت اور بدگمانی سے پرہیز کریں۔ مگر ہمارا معاشرہ امن کی تعلیمات کے بالکل الٹ چل رہا ہے، ہم لوگ کسی کی اچھائیوں پر کم اور اس کی کوتائیوں پر زیادہ دھیان دیتے ہیں، اور ہمیں ہمیشہ دوسروں کی کوتاہیاں اور خامیاں نظر آتی ہیں جو لوگ اس طرح کے رویوں کے عادی ہوتے ہیں وہ آگے نہیں بڑھ نہیں سکتے وہ کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے، ایک حدیث میں جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم لوگوں کی عیب جوئی میں لگو گے تو انہیں مزید بگاڑ دو گے یا بگاڑنے کے قریب کر دو گے۔(8) رانا اعجاز حسین نے صدائے وقت میں ایک مثال اور واقعہ بیان کیا جو ہمارے لیے سبق آموز ہے۔: جن قوموں یا افراد نے ترقی کی ہے ان کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ وہ اپنے عمل کا احتساب کر کے آئندہ کیلئے لائحہ عمل طے کرتے ہیں۔ دنیا ہمیشہ ایسے لوگوں کو یاد رکھتی ہے، جنہوں نے دوسروں کی خامیوں اور غلطیوں پر بحث و مباحثہ کرنے کے بجائے اپنی ذات کا احتساب کیا ہو، سابقہ

خامیوں سے نجات حاصل کر کے بہتری کا سفر جاری رکھا اور خود کو ذمہ دار سمجھتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو معاشرے کیلئے وقف کیا، انسان جتنی بار اپنا احتساب کرتا ہے، اتنی بار ہی اس کے کام میں مزید بہتری آتی ہے۔ جو لوگ خود احتسابی کو اپنا وطیرہ بنالیتے ہیں، وہ ہمیشہ کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ مشہور ہے کہ یونان کے ایک مصور نے ایک تصویر بنائی جس میں ایک آدمی کو انگور کا خوشہ پکڑے دکھایا گیا تھا۔ اس نے تصویر کو بازار میں لٹکا دیا، جو بھی تصویر کو دیکھتا، اس کی تعریف کرتا۔ مصور کے کچھ دوست کہنے لگے، تم نے انگوروں کا خوشہ اس طرح بہترین بنایا ہے کہ چڑیاں آتی ہیں اور اسے اصل سمجھ کر چونچ مارتی ہیں۔ مصور نے اپنی تصویر پر واہ واہ کرنے کے بجائے تصویر میں اپنی غلطی کو ڈھونڈنے کی کوشش کی اور کہنے لگا اس کا مطلب یہ ہے میری تصویر میں کچھ خامی رہ گئی ہے۔ ورنہ پرندے اگر آدمی کو بھی اصل سمجھتے تو اس کے ڈر سے انگوروں پر چونچ تو کیا اس کے قریب بھی نہ جاتے، مصور نے وہ تصویر اتار لی اور پہلے سے بھی بہتر تصویر بنائی، اس تصویر میں ایک آدمی انگور کا خوشہ لیے کھڑا تھا، انگور کا خوشہ اور آدمی کی تصویر کو اس قدر حقیقت کے قریب بنایا گیا تھا، کہ پرندے اس کو دیکھ کر اس کے پاس آتے مگر اب انہیں چونچ مارنے کی ہمت نہ ہوتی، وہ آدمی انگور کا خوشہ لیے ہوئے اس طرح کھڑا تھا کہ اس کی آنکھوں میں اس قدر غصہ بھرا تھا کہ چڑیاں اسے دیکھتے ہی ڈر کر اڑ جاتیں، اب مصور بہت خوش تھا، کیونکہ اس نے پہلی تصویر میں خود ہی اپنی خامی کی نشاندہی کی اور اس کی اصلاح کر کے پہلے سے بہتر تصویر بنائی (9) اگر ہم کچھ کام کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں پیشہ ورانہ رقابت سے نکلنا ہو گا اور اپنی کوتاہیوں کی اصلاح کرنی ہو گی، وگرنہ ہم اپنا وقت دوسروں کی غلطیاں تلاش کرنے میں ضائع کر دیں گے، جس کا ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ ایک مسلمان دوسرے کی عزت کی حفاظت بھی کرتا ہے، یعنی تہمت لگانے سے بچتا ہے، اس کے مال کی بھی حفاظت ہے، اس کو چراتا نہیں اور اس کے خون یعنی اس کی جان کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ لیکن اس وقت اگر ہم اپنا محاسبہ کریں تو نہ تو کسی کی عزت محفوظ ہے اور نہ کسی کا مال اور نہ ہی کسی مسلمان کی جان محفوظ ہے۔ حالانکہ واضح جناب رسول ﷺ کا ارشاد موجود ہے !"کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں جب تک وہ گواہی نہ دے دیں، کہ رب صرف اللہ ہے اور محمد اللہ کے پیغمبر ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں، جب وہ یہ کام کرلیں تو ان کی جان اور مال بالکل محفوظ ہو گئے، ہاں اسلام کے حق کی وجہ سے اور ان کا حساب اللہ پر ہے"۔ کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی دوسرے مسلمان کی جان کو ضائع کرے اور اس کو قتل کرے، جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کہہ دیا، اس کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کسی مسلمان کو جان سے مارنے پر کئی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا،"جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر لڑ پڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں"(راوی فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا یارسولؐ

اللہ یہ قاتل (تو صحیح ہے کہ جہنمی ہے) لیکن مقتول کیوں جہنمی ہو گا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس کا بھی ارادہ دوسرے کو قتل کرنے کا تھا۔(10) ایک اور حدیث جو ہمیں اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ مسلمان کی جان کتنی قیمتی اور اس کی کیا سزا ہے۔ حضرت امام بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول ﷺ نے ہمیں ایک معرکہ کیلئے بھیجا، ہم نے لڑائی کے دوران ایک کافر پایا(یعنی ہم جنگ کے میدان میں تھے لڑائی کے دوران ہمارا آمنا سامنا ایک ایسے کافر کے ساتھ ہوا جو مکمل طور پر ہماری گرفت میں آ چکا تھا اور ہم نے اس پر اپنی تلوار کو سونت لیا تو اسی دوران اس نے) لا الہ الا اللہ کہا، لیکن ہم نے اس کے کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر دیا اور یہی بات ہم نے آکر جناب رسول ﷺ کو بتائی، جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا اس نے کلمہ پڑھا اور تم نے اس کے باوجود اس کو قتل کر دیا؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول ﷺ کو کہا کہ اس نے اسلحہ کے خوف کی وجہ سے یعنی قتل کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا دل سے نہیں پڑھا تھا۔ جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ نے اس کے دل کو پھاڑ کر دیکھا تھا کہ اس نے قتل کے خوف کی وجہ سے کلمہ پڑھا تھا یا کسی اور وجہ سے پڑھا تھا جناب رسول ﷺ نے اس بات کو کئی دفعہ دہرایا، اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول ﷺ کی کیفیت کو دیکھ کر تمنا کی کہ کاش میں آج مسلمان ہوتا اور مجھے یہ گھڑی نہ دیکھنی پڑتی۔(11) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا؟ ان کے ان الفاظ سے اس بات کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے کہ جناب رسول ﷺ کی کیا کیفیت ہو گی۔ کہ اسامہ رضی اللہ عنہ آج اسلام لانے کی تمنا کر رہے ہیں اور اپنے ما قبل نیک اعمال جو انہوں نے کیے ان کی ان کو کوئی فکر نہیں۔ اس سے ایک بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ اسلام صرف ہمیں جہاد کی دعوت نہیں دیتا کہ لوگوں کی جان مارو اور زمین کے اندر فساد برپا کرو، بلکہ امن کو مدِ نظر رکھنا قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں ہمارے لئے ضروری ہے۔ اسی لیے جہاد مقصود بالذات نہیں بلکہ جہاد غیر مقصود بالذات ہے، جہاد وضو کی طرح ہے، کہ جس طرح وضو غیر مقصود بالذات ہے، وضو کے اندر پانی کا ضیاع ہے لیکن اس کی بدولت نماز جو مقصود بالذات ہے وہ ادا ہوتی ہے، اسی لئے اس کی اہمیت ہے۔ اسی طرح جہاد سے لوگوں کی جانوں کا ضیاع بھی ہوتا ہے، لیکن جہاد سے اعلاء کلمتہ اللہ مقصود ہوتا ہے اس لئے جہاد کی بھی اہمیت ہے۔ اس کی دلیل کہ انصاف اور عدل کے دامن کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کسی کا ظلم ہمیں اس بات پر مجبور نہ کرے کہ ہم انصاف کو بھول جائیں، قول باری تعالیٰ ہے ترجمہ "اے ایمان والو اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لیے (احکام کی) پوری پابندی کرنے والے (اور شہادت کی نوبت آوے تو) انصاف کی شہادت ادا کرنے والے رہو، اور کسی کی عداوت تم کو اس پر باعث نہ ہو جاوے کہ تم انصاف کو چھوڑ بیٹھو، عدل کیا کرو (یعنی عدل کرنا) تقوی سے زیادہ قریب ہے۔(12)

کسی مسلمان کو قتل کرنا صرف تین صورتوں میں حدیث کی رو سے جائز ہے "جناب رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ حلال نہیں خون اس مسلمان کا، جو اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں (اور اس بات کی گواہی دیتا ہو) کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں، سوائے تین حالتوں کے، ایک تو نکاح کرنے کے بعد زنا کرنے والا، دوسرا جان کے بدلے جان، تیسرا مرتد شخص جس نے دین اسلام چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کرلی ہو"۔(13) اسی طرح ایک اور حدیث میں جناب رسول ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا، "ہاں تم لوگ کس چیز کو سب سے زیادہ حرمت والی سمجھتے ہو، لوگوں نے کہا کہ اس مہینہ کو، جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا! کس شہر کو تم سب سے زیادہ حرمت والا سمجھتے ہو، لوگوں نے جواب دیا کہ اپنے اسی شہر کو، جناب رسول ﷺ نے دریافت فرمایا، ہاں؛ کس دن کو تم سب سے زیادہ حرمت والا خیال کرتے ہو، لوگوں نے کہا کہ اپنے اسی دن کو، جناب رسول ﷺ نے اب فرمایا کہ پھر بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتوں کو حرمت والا قرار دیا ہے سوا اس کے حق کے، جیسا کہ اس دن کی حرمت اس شہر اور اس مہینہ میں ہے، ہاں خبردار! کیا میں نے تمہیں اپنا پیغام پہنچا دیا، تین مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا اور ہر مرتبہ صحابہ نے جواب دیا کہ جی ہاں پہنچا دیا، جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا افسوس میرے بعد تم کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو"۔(14)

ماقبل تمام احادیث سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات میں ہمیں کہیں بھی اس بات کی تعلیم نہیں دی گئی کہ ہم بغیر کسی حق کے کسی مسلمان کو قتل کریں یا اس کی عزت یا مال کو چھیڑیں، لیکن اگر ہم اس وقت دیکھیں چاہے ملکی اعتبار سے ہو یا مسلم ممالک میں فساد اور انتشار کی بات ہو، مسلمان مسلمان کے خون کا پیاسا نظر آتا ہے، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کسی کی جان بھی محفوظ نہیں، حالانکہ احادیث میں واضح بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ لہٰذا صحیح اور کامل مسلمان وہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے کسی مسلمان بھائی کی جان ضائع نہ ہو بلکہ وہ اس کی جان کا محافظ ہونا چاہیے، اللہ سے دعا ہے کہ صحیح جو اسلام کی تعلیمات ہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ دنیا میں اسلام کا نام روشن کر سکیں۔

انفرادی سطح پر امن اور فساد اور انکی صورتیں

اگر کوئی قوم یا انسان امن اور چین کی زندگی گزارنا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ اس پر جو دوسروں کے حقوق اور ذمہ داریاں ہیں، ان کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور جہاں تک ہو سکے تو وہ کسی کی زندگی یا قوم کے

قوانین میں بے جا مداخلت نہ کرے، تاکہ خود بھی وہ چین کی زندگی گزار سکے اور دوسروں کو بھی گذارنے دے۔ اس پر قرآن وحدیث میں واضح احکامات اور اخلاقیات موجود ہیں کہ جو ہمیں اس بات کی تعلیم دیتے ہیں کہ انسان کے اپنے اوپر کچھ حقوق ہیں اسی طرح اس پر خاندانی اور قومی ذمہ داریاں ہیں کہ جس کا کرنا اس کیلئے انتہائی ضروری ہے۔ کہ ایک حدیث میں آتا ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تین آدمی جناب رسولؐ کی ازواج مطہراتؓ کے پاس آئے، اور انہوں نے جناب رسولؐ کی عبادت کے بارے میں پوچھا تو ان کو جناب رسولؐ کی عبادت کے بارے میں بتلا گیا، تو ان کو آپ ﷺ کی عبادت کم لگی، تو انہوں نے کہا کہ ہم کہاں جناب رسولؐ کے مقام تک پہنچ سکتے ہیں، کیونکہ اللہ نے ان کے اگلے پچھلے سب گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں پوری رات عبادت کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے دور رہوں گا یعنی نکاح نہیں کروں گا۔ جناب رسولؐ کو جب اُن کی اِن باتوں کا علم ہوا فرمایا کہ کیا تم نے اس طرح کہا؟ اور فرمایا کہ میں اللہ سے تم میں سے سب سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ متقی ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور رات کے وقت نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں نے عورتوں سے شادی بھی کی ہے۔ جو بھی میرے طریقے سے اعراض کرے گا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔(15) ایک اور حدیث میں ایک صحابی سے جناب رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے اور تمہاری ذات کا بھی اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔(16) ان دونوں حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے اپنے اوپر کچھ حقوق ہیں جن کا پورا کرنا اس کیلئے ضروری ہے۔

اسی طرح جناب رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ جبرائیلؑ امین مجھے پڑوسی کے حقوق کے بارے میں اتنی زیادہ وصیت کرتے تھے کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ عنقریب اس کو میرا وارث بنادیں گے۔(17) اسی طرح پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں اللہ نے بھی قرآن میں حکم فرمایا ہے، حدیث میں بھی جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں یا تو مسلمان ہو گا یا کافر، اگر مسلمان ہو تو ایک حق اور ساتھ پڑوسی بھی ہے تو دوسرا حق اور اگر ان دونوں حقوق کے ساتھ ساتھ رشتہ دار بھی ہے تو تین حق، اور اگر صرف مسلمان ہے رشتہ دار نہیں تو پھر دو حقوق، ایک پڑوسی ہونے کا اور ایک مسلمان ہونے کا اور اگر صرف پڑوسی ہے رشتہ دار اور مسلمان دونوں نہیں تو صرف ایک حق پڑوسی ہونے کا لازم ہو گا۔(18)

انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریاں

امانتوں کی پاسداری کرنا

جب بادشاہ مصر نے حضرت یوسفؑ کے مقام کو پہچانا جس کو قرآن نے ذکر فرمایا ہے، "بادشاہِ مصر نے کہا کہ اس یوسف کو میرے پاس لے آؤ، تاکہ میں اس کو اپنا خاص آدمی بناؤں، پس جب بادشاہ نے اس سے گفتگو کی، بادشاہ نے کہا کہ آج کے دن سے آپ ہمارے ہاں باعثِ عزت اور امانت دار ہیں، حضرت یوسفؑ نے فرمایا، مجھے اپنی زمین کے خزانوں کا سربراہ / خزانچی مقرر کر دیجئے، کیونکہ میں حفیظ بھی ہوں اور صاحبِ علم بھی ہوں"۔(19)

ان آیات سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو کسی کو منصب سپرد کرنے سے پہلے اس بات کا خصوصاً دھیان رکھا جائے کہ وہ اس منصب کا اہل بھی ہے یا نہیں، جب حضرت طالوتؑ کو کمانڈر بنایا گیا تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ ہم ان پر راضی نہیں ہیں، لیکن ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ وہ اس کام کے اہل ہیں۔ فساد کا ایک دروازہ بند کرنے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو شخص جس کرسی کے لائق ہے وہی اس کو دی جائے، سفارشات کے ذریعے کسی نااہل شخص کو کوئی منصب سپرد نہ کیا جائے اگر کسی کو نااہلیت کے باوجود منصب عطا کیا گیا تو لازماً فساد آئے گا، کیونکہ حق دار کہیں گے کہ ہم اس منصب کے زیادہ حق دار ہیں وہ اپنے حق کے لیے لڑیں گے، تو نتیجۃً فساد اور بدامنی پھیلے گی۔ لہٰذا ہر شخص کو اس کی قابلیت اور علم کے مطابق منصب عطا کیا جائے۔

اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، "اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے اہل کی طرف سپرد کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو"۔

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تشریح کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ امانت کو امین کے سپرد کردو یہاں اللہ نے فرمایا "امر "یعنی ہمارے لیے لازمی اور ضروری ہے کہ امانتیں صحیح حق داروں کو سپرد کریں۔ امانتوں سے مراد یہاں تمام وہ حقوق ہیں جو بندوں پر اللہ کی طرف سے لازم ہیں، چاہے وہ حقوق اللہ میں سے ہوں یا حقوق العباد میں سے ہوں۔(20)

اسی طرح امانت سپرد کرنے کے بارے میں ایک حدیث میں آتا ہے جناب رسول ﷺ سے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ "جناب رسول ﷺ بیان کر رہے تھے، اسی دوران ایک اعرابی آیا اس نے کہا کہ قیامت کب قائم گی؟ تو جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جب امانت کو ضائع کر دیا جائے گا پس پھر قیامت کا انتظار کرو، اعرابی نے کہا کہ امانت کیسے ضائع ہو گی، جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب معاملے کو نااہل کی طرف سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو"۔(21)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ ابن بطال اس حدیث کی تشریح کچھ یوں کرتے ہیں کہ ائمہ اور حکومتی لوگوں کی ذمہ داری ہے، ایک تو ماتحت لوگوں کی خیر خواہی چاہنا اور دوسرا کہ جب کسی کو منصب یا کرسی کے سپرد کرنے کی باری ہے تو ائمہ پر لازم ہے کہ وہ منصب اور مقام ان کے سپرد کریں، جو اس منصب یا کرسی کے حقدار ہوں۔(22)

قرآنی آیات اور حدیثوں سے خصوصاً آخری حدیث جس میں جناب رسول ﷺ نے جو بات فرمائی ہے وہ انتہائی جامع اور موثر خیز ہے۔ اگر اسی حدیث کا تھوڑا سا جائزہ لیا جائے تو بہت سی پریشانیوں، انتشار اور فساد سے بچ سکتے ہیں۔ منصب چاہے وہ کسی کو خاندان کا سربراہ مقرر کرنا ہو شہر کا، صوبے کا، ملک کا یا کسی مذہبی جماعت کا، یا کسی یونیورسٹی یا ادارے کا یا جس قسم کا منصب ہو یا کوئی کرسی ہو کہ جس کے ماتحت کچھ لوگ ہوں تو سربراہ اور رہبر ایسے شخص کو منتخب کرنا چاہیے جو اس کے اہل ہو، وگرنہ سب کیلئے فساد کا سبب بنے گا اور معاشرے میں بدامنی پھیل گی۔ ذاتی تجربہ کی بات ہے کہ یونیورسٹی میں آکر اس بات کا اندازہ ہوا ہے کہ اکثر اساتذہ کی تقرری سفارش کی بنیاد پر ہوتی ہے، جو نہ اس کام کو جانتے ہیں اور نہ ہی وہ اس کام کو کرنا چاہتے ہیں بلکہ وہ اپنا اور طلباء کا وقت بھی ضائع کرتے ہیں اور ان کی زندگی بھی برباد کرتے ہیں، کیونکہ استاذ قوم کا رہبر اور رہنما ہوتا ہے۔ اس لیے درخواست ہے کہ کم از کم اساتذہ کی تقرری سفارشات کی بنیاد پر نہیں ہونی چاہیے بلکہ جو اس کام کے اہل ہوں ان کو آگے لانا چاہیے، اساتذہ میں سے اکثر کا مقصد علم کی منتقلی نہیں ہوتی بلکہ وہ 'HEC' کے تقاضوں اور مطالبات کو پورا کرنے کی کوشش میں ہوتے ہیں، کہ وہ کیسے اگلے گریڈ میں جلد از جلد پہنچے، یہ بھی آنکھوں دیکھا حال ہے کہ پیپر ہونے سے پہلے ہی استاذ بتادیتا ہے کہ فلاں فلاں سوال پیپر میں آئیں گے اور نشاندہی کرتا ہے یہ بہت ہی اہم سوال ہے، حقیقت یہ ہے کہ اگر اللہ کی قسم ہمارا یہی حال رہا تو ہم نہ آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ ہے صحیح معنوں میں ترقی کر سکتے ہیں۔ جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا، "جو شخص تم میں سے کسی برائی کو ہوتا ہوا دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کو روکے اور اگر اس کی ہمت اور طاقت بھی نہیں رکھتا تو اس کو دل میں برا جانے یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔(23) امام نوویؒ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے جیسے ایک جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اگر تم میری مدد کروگے تو میں تمہاری مدد کروں گا، لہٰذا ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ جب وہ کسی برائی کو ہوتے ہوئے دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے، اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کی برائی بیان کرے اور روکنے کی کوشش کرے اور اگر وہ اس کی طاقت بھی نہیں رکھتا تو پھر دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا

آخری درجہ ہے۔ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا انطباق تین طبقوں پر ہوتا ہے، سب سے پہلا مرحلہ حکومت کا ہے اگر وہ کسی برائی کو معاشرے میں دیکھے تو طاقت کے ذریعے اس کو روکنے کے اقدامات کرے، دوسرا مرحلہ علماء کا ہے کہ وہ زبان سے لوگوں کو ترغیب اور ترہیب کے ذریعے قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں برائی سے باز رکھنے کی کوشش کریں اور آخری مرحلہ عوام کے لیے ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ میل جول اور بات چیت ختم کردیں، جو برائی کا ارتکاب کررہے ہیں۔ تاکہ ان کو اس بات کا احساس ہو کہ ہمارے گناہوں اور برائیوں کی وجہ سے لوگ ہم سے نفرت کرتے ہیں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ شاید گناہ کرنے سے باز آجائیں (24) اگر اس حدیث کی اس طرح وضاحت کی جائے جس طرح علامہ نوویؒ نے کی ہے، تو فساد کی نوبت کم آئے گی، کیونکہ اگر حکومت طاقت کا اور علماء زبان اور قلم کا اخلاص کے ساتھ استعمال کریں اور عوام اپنے افعال اور اقوال سے برائی کو برا سمجھیں، تو امن کو فروغ ملے گا اور فساد کی نوبت کم آئے گی۔ قومی سطح پر جناب رسول ﷺ کا فیصلہ حجراسود کے موقعہ پر جس حکمت عملی سے تھا وہ ہمارے لیے مذہبی، سیاسی، لسانیت اور قومیت کے لحاظ سے مشعل راہ ہے لہذا جس طرح ہم اس دور میں مذہبی، سیاسی اور مختلف قسم کے جھگڑوں میں الجھے ہوئے ہیں ایک ایسے نکتہ پر جمع ہونا چاہیے کہ فسادات اور اور انتشار سے محفوظ رہ سکیں۔ حجراسود کا واقعہ موجود ہے (25)

قومی اور مسلم ممالک کے حوالے سے امن اور فساد کی صورتیں اور ان کا حل

ریاست اور حکومت کے استحکام کیلئے ضروری ہے کہ ملک میں امن وامان ہو، ہر شخص کی جان، مال اور آبرو محفوظ ہوں، چاہے وہ ملک کا بادشاہ ہو یا ایک عام انسان ہو، ہر ایک کو برابری کے حقوق حاصل ہوں اور ہر ایک لیے قانونی کاروائی برابر کی ہو، یہ نہ ہو کہ امراء کیلئے علیحدہ قانون اور غرباء کیلئے الگ قانون ہوں۔ جو جس کا جرم ہو اس کو جرم کے لحاظ سے سزا دی جائے اور اسی طرح اردگرد کے ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات رکھے جائیں۔ ان کے قوانین کی عزت کی جائے تاکہ ہمارے قانون میں مداخلت نہ کی جائے۔ جیسے جناب رسولؐ نے مختلف معاہدات مختلف قبائل کے ساتھ مختلف موقعوں پر کیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کو امن انتہائی پسند ہے اور وہ فسادی لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ قریشِ مکہ پر احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (ترجمہ) "قریش کی چاہت اور محبت کی وجہ سے سردیوں اور گرمیوں میں سفر کرنا (ان کے لیے یہ سفر آسان کردیا)۔ پس چاہیے کہ کعبہ کے رب کی عبادت کریں، جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف میں امن دیا"۔ (26)

حافظ عماد الدین اپنی تفسیر ابن کثیر میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ قریش تجارت کی غرض سے سردیوں میں یمن کا سفر کرتے تھے اور گرمیوں میں شام کا سفر کیا کرتے تھے۔ راستے میں ان کو کوئی تکلیف اور ایذاء نہیں ہوتی تھی، وہ ہر طرف سے مامون اور محفوظ رہتے تھے، لوگ ان کا بہت احترام کرتے تھے کیونکہ وہ حرم کے باشندے تھے بلکہ جو بھی ان کے ساتھ سفر کرتا وہ بھی مامون ہو جاتا تھا۔(27)

اللہ تبارک تعالیٰ ان آیات میں اپنا ایک احسان جتلا رہے ہیں کہ میں نے ان حرم والوں کو بھوک میں کھانا کھلایا اور ان کی جان و مال کو محفوظ بنا دیا ہر قبیلہ ان کی عزت اور احترام کرتا ہے، تو اس کے عوض ان مکہ کے باشندوں کو بھی چاہیے کہ وہ خالص میری عبادت کریں۔ اس بات سے ایک بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ امن اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے، انسان تب ہی اللہ تبارک تعالیٰ کی یکسوئی کے ساتھ عبادت کر سکتا ہے، جب اس کی جان محفوظ ہو کوئی ڈر اور خوف نہ ہو، وگرنہ امن کے بغیر خوف کی صورت میں اللہ کی صحیح طور پر عبادت کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ لہٰذا امن کی، عبادت کے حوالے سے بہت اہمیت ہے ہمیں اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے تا کہ اس نعمت کو ہمارے لیے مزید بڑھا دیا جائے ،اگر ہم اس کی قدر نہیں کریں گے تو ہم سے یہ نعمت اللہ چھین بھی سکتے ہیں ۔ جیسا کہ ہم کچھ مسلم ممالک کا حال دیکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ 'ایک بستی والے بڑے اطمینان میں رہتے تھے ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر طرف سے ان کے پاس آجایا کرتی تھیں۔(لیکن) انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی اس پر اللہ نے ان کی حرکتوں کے سبب سے ایک احاطہ کرنے والا قحط اور خوف کا مزہ چکھایا'۔(28)

علماء اور مبلغین کے لیے ایک اسلوب اور اصول طریقہ دعوت کا ذکر کیا جارہا ہے، اور اس اصول کی خود رب تعالیٰ نے ہمیں تعلیم دی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "اور نہ گالی دو ان (معبودان باطلہ) کو جن کہ یہ پوجا کرتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ کو گالی دیں گے"۔(29)

اس آیت میں اللہ تبارک تعالیٰ اس بات کو سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جب کسی کو دین کی دعوت دی جائے تو اس طریقے سے دعوت نہ ہو کہ آپ اس کے مذہب کو تنقید کا نشانہ بنالیں یا اس کے بانی کو برا بھلا کہیں، بلکہ حکمت عملی اور اچھے اخلاق کے ساتھ اس کو دین اسلام کی دعوت دیں، ورنہ سختی کی صورت میں پیش آنے سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ وہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی توہین پر (نعوذ باللہ) اتر آئے گے، لہٰذا اس طریقے سے دعوت نہ دی جائے کہ جھگڑے کی نوبت آئے۔ جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جو اپنے والدین کو گالی دیتا ہے، صحابہ نے عرض کیا یارسول ﷺ کوئی اپنے والدین کو کیسے گالی دے سکتا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ کوئی اگر کسی کے والد کو گالی دے گا تو اس کے بدلے میں اس کے والد کو گالی دی جائے گی،وہ اس کی ماں کو گالی دے گا تو اس کے بدلے میں اس کی ماں کو گالی دی جائے گی۔(30)

لہٰذا ہمیں قرآنی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے اور جناب رسولؐ کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے دینِ اسلام کی طرف دعوت دینی چاہیے۔اس وقت ہم جس دور سے گزر رہے ہیں،دینی اور مذہبی طبقوں کا آپس میں اتنا اختلاف ہے کہ ایک دوسرے کو گلے لگانے کے بجائے ایک دوسرے کی گریبانوں پر ہاتھ ہے،ہر ایک اپنے مذہب اور فرقے کے پرچار میں لگا ہوا ہے،ایک طرف سامراج اور اس کے پالیسی ساز ادارے عالم اسلام کو کسی صورت متحد نہیں دیکھنا چاہتے،وہ ایک ایجنڈے کے تحت عالم اسلام کو تقسیم در تقسیم کرتے چلے آرہے ہیں،دوسری طرف مسلمانوں کا آپس میں اختلاف ہے ہر اسلامی ملک کے اندر سیاسی جماعتیں ہوں یا مذہبی ایک دوسرے کی حریف ہیں۔ حزب اختلاف اور حکومت میں ذاتی دشمنیاں ہیں۔دینی اور مذہبی جماعتوں،اداروں اور رہنماؤں میں اتنا اختلاف ہے کہ بغیر کسی دلیل کے ایک دوسرے کو منافق،ملحد اور ایجنٹ ہونے کے القاب سے نوازتے ہیں۔صوبائیت،لسانیت ،قومیت،وطنیت اور فرقہ واریت کے اتنے زیادہ جھگڑے ہیں کہ مسلمان ہی مسلمان کا گلا کاٹنے سے دریغ نہیں کر رہا،ایک اللہ،ایک نبی،ایک قرآن کو ماننے والے ایک دوسرے کے جانی اور ازلی دشمن معلوم ہوتے ہیں،اسلامی تعلیمات میں سب سے زیادہ زور اتفاق اور اتحاد پر ہے۔

آپس میں محبت،اخوت،ایمان،اتحاد اور یقین مسلمانوں کا شیوہ ہونا چاہیے۔جناب رسولؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ "باہمی اختلاف میں نہ پڑنا"۔

قرآن کریم میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ " وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا"۔(31)ترجمہ،اور مضبوط پکڑے رہو،اللہ تعالی کے سلسلہ کو(یعنی اللہ کے دین کو جس میں اصول و فروع سب آگئے)اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو(جس کی اس دین میں تعلیم بھی ہے)اور باہم نااتفاقی مت کرو(جس کی اس دین میں ممانعت ہے)(32) تاریخ اٹھا کر اگر ہم دیکھتے ہیں کہ اختلاف کی وجہ سے قوموں اور ملکوں کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا ہے،سو قومیت،مذہب کے لحاظ سے یا امت واحدہ کے لحاظ سے ہمیں اختلاف کو بھلانا ہوگا۔ضد،عناد اور نفس پرستی سے جان چھڑانا ہوگی تاکہ ہم امن کی زندگی گزار سکیں اور اللہ کی امداد کے مستحق ہو سکیں،جناب رسولؐ نے ارشاد فرمایا حدیث کا مفہوم یہ ہے اللہ کی مدد اور استعانت جماعت کے ساتھ ہے۔یہودی اکہتر اور عیسائی بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور یہ سب جہنمی ہوں گے،عنقریب یہ بھی امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ان میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں اور باقی سب جہنمی ہوں گے،اور وہ کون سا فرقہ نجات والا ہوگا تو ایک روایت کے مطابق آپ نے ارشاد فرمایا

جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔(33)اس حدیث میں واضح حکم ہے کہ اللہ کی مدد اجتماعیت میں ہے نہ کہ علیحد گی کی صورت میں ہے۔ اسی طرح ہمارے جو اس وقت مذہبی رہنماہیں ان کو لوگوں کی اخلاقیات کی اصلاح کرنی چاہیے نہ کہ وہ آپس کے فروعی اختلافات کو ہوا دے کر ایک پر امن معاشرے میں انتشار برپا کر دیں۔ ہمارے ملک میں ہمارے بزرگوں کے احترام کی روایت ہے کیونکہ انہوں نے ہمیں اسلام کی تعلیم دی،رب تعالیٰ اور رسول ﷺ کی معرفت سے آشنا کیا۔ داتا علی ہجویریؒ کو لاہور میں دفن ہوئے ایک ہزار سال ہونے کو ہیں لیکن اللہ پاک کا فضل ہر ساعت ان کے دربار پر جاری وساری ہے اور اللہ کی خاص رحمتیں وہاں نازل ہوتی ہیں۔ لیکن وہ خانقاہیں جہاں باقاعدہ پیری مریدی کا نظام چل رہاہے وہاں صورتحال عجیب ہو چکی ہے ،دین سے محبت رواج اور روایات کی نذر ہو چکی ہے، عظیم صوفی بزرگوں کی درگاہوں پر ایسی ایسی خرافات ہو رہی ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ دین کی روح کو خانقاہی نظام نے ترویج دی، برصغیر میں لاکھوں لوگوں کو مسلمان کیا پاکستان کو تو اولیاء اللہ کا فیض کہا جاتا ہے، لیکن اولیاء کرام کی خانقوں کو جس انداز میں کاروبار بنادیا گیا ہے ،یہ صورتحال بہت تکلیف دہ ہے جن درگاہوں میں اسمِ محمدیؐ کی تعلیمات ہوتی تھیں،وہاں گدیوں کی لڑائی جاری ہے۔ ان حالات میں امت کو جہاں اتحاد واتفاق کی ضرورت ہے اور پوری امتِ مسلمہ ہمہ گیر زوال اور انحاط کا شکار ہے، وہاں ہم اتنا ہی اتفاق اور اتحاد سے دور ہیں۔ اگر ہم ابتدائی صدیوں کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھیں تو وہاں ضرور ہمیں علمی اختلاف ملتے ہیں اوراسی کی بنیاد پر مختلف فقہ وجود میں آئیں لیکن وہ حضرات ایک دوسرے کو حق جانتے تھے اور ایک دوسرے کو احترام کی نظر سے دیکھتے تھے ایک دوسرے پر فتوے لگانے کے بجائے ایک دوسرے کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور ان کے وعظ ونصیحت کے درسوں میں بھی بیٹھ جایا کرتے تھے ان کے اجتہادات بھی قدر کرتے تھے، اس کی مثالیں کتب کے اندر موجود ہیں۔ ایک جگہ اللہ تبارک تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، "اور مضبوطی سے تھامے رہو اللہ کی رسی کو(قرآن)اکھٹے ہو کر اور اختلاف اور تفرقے میں مت پڑھو"۔(34)

حبل سے مراد دین اسلام ہو یا قرآن، اللہ تعالیٰ تعلیم یہ دینا چاہتے ہیں کہ دین میں اختلاف سے بچو، تفرقہ بازی میں نہ پڑو، بلکہ تم قرآن کی تعلیمات کو مضبوطی سے پکڑے رہو کہ جس کی بدولت تم اختلافات سے بچ سکو گے کیونکہ قرآن ایک ایسا ہمارااجتماعی نکتہ ہے کہ اگر ہم اس کی تعلیمات کو صحیح طور پر اپنی زندگی اور معاشرے میں نافذ کریں تو اختلاف کے بجائے اتفاق اور اتحاد کی لڑی میں پُر سکتے ہیں، اس کی دلیل آیت کا اگلہ حصہ ہے، "کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو، کہ تم کو دین اسلام کی دولت سے نوازا، تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے کی گردن اڑادیا کرتے تھے جس کی وجہ سے کئی کئی سال تک تمہارے درمیان لڑائیاں جاری رہتی

تھیں۔ اللہ نے اس نعمت کی وجہ سے (قرآن، دین اسلام) تم کو بھائی بھائی بنا دیا۔(35) جو ایک دوسرے کے دشمن تھے وہ ایک دوسرے کیلئے اپنی جان قربان کرنا فخر اور ثواب سمجھنے لگے، یہ سب کچھ قرآن اور دین اسلام کی برکات تھیں۔ اس دور میں بھی ہمیں اجتماعیت کیلئے دوبارہ قرآنی تعلیمات کی طرف رجوع کرنا ہو گا، تاکہ ہم اپنے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب ہم مجتمع ہوں گے۔ اسی طرح ایک حدیث میں بھی جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ " اللہ تعالیٰ تمہاری تین باتوں کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں اور تین باتوں کی وجہ سے ناراض ہوتے ہیں، جن تین باتوں سے خوش ہوتے ہیں (ان میں سے ایک) کہ تم صرف اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اس کی رسی کو سب مل کر پکڑے رکھو اور آپس میں پھوٹ مت ڈالو"۔!(36) جب کسی مرد، خاتون یا قوم کو اس کے حقوق نہیں ملتے تو پھر وہ خود اپنے حقوق کے لیے کھڑا ہوتا ہے، جس کی بنیاد پر فساد رونما ہوتے ہیں، مثلا جیسے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں اے عقل والو تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔(37)

امام آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ ظاہرا قصاص میں کوئی زندگی نہیں ہے کیونکہ قصاص لینے میں ایک جان کا ضیاع ہے، لیکن جب قاتل کو مقتول کے بدلے میں قصاصا قتل کیا جائے گا یا مقتول کے ورثاء کی منشاء پر دیت یا معافی ہو گی تو کوئی بھی سزا کے جاری ہونے کے بعد دوسرے لوگوں کے لیے اور معاشرے کے لیے موعظ عبرت ہو گی۔(38) معاشرے اور لوگوں کے لیے اس میں عبرت اس طرح ہے کہ اب کوئی دوسرے کو قتل کرنے سے پہلے ہزار دفعہ سوچے گا کہ میں نے اگر قتل کیا تو میرے ساتھ بھی وہی ہو گا جو فلاں کے ساتھ ہوا ہے، تو یقینا کئی لوگوں کی جانیں محفوظ ہو جائیں گی، لہذا حکومت، ججوں اور وکلاء سے درخواست ہے کہ جس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو اس کی سزا میں نہ تخفیف ہونی چاہیے اور نہ زیادہ دیر ہونی چاہیے، وگرنہ مقتول کے ورثاء ناامیدی کی صورت میں خود بدلہ پہ اتر آتے ہیں جو مزید فساد اور انتشار کی وجہ بنتا ہے۔ خصوصاً ہمارا ملک جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا، کم از کم اس میں اسلامی قانون کی حکمرانی ہونی چاہیے۔

قائداعظم نے فرمایا مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرزِ حکومت کیا ہو گا، میں کون ہوں پاکستان کا طرزِ حکومت متعین کرنے والا، مسلمانوں کا طرزِ حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن کریم نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔(39)

(SHOW OF POWER)

مسلم ممالک کو اجتماعی طور پر ایک ایسا پلیٹ فارم بنانا چاہیے کہ دنیا کے اندر ہمیں ایک مقام حاصل ہو اور

ہمیں زیادہ سے زیادہ اس بات کا دھیان دینا چاہیے تاکہ ہم ایک بھرپور طاقت بن کر دنیا میں ابھر سکیں اور اس کی ہمیں تیاری بھی کرنی چاہیے۔ جیسے اللہ تبارک تعالیٰ قرآن کے اندر ارشاد فرماتے ہیں، تیاری کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے اور اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر ان کے ماسوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے۔(40) اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمان اپنے دفاع کیلئے طاقت کے اعتبار سے تیاری کریں، تاکہ مسلمانوں کی کفار پر دہشت اور خوف قائم رہے فساد کے خلاف نہیں۔ مسلمانوں کو اس بات پر اتفاق کرنا چاہیے کہ ہم اجتماعی طور پر ان کے خلاف علم بلند کریں جو زمین میں فساد کا باعث بن رہے ہیں۔

آیت: "اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے غالب نہ کرتے تو زمین میں فساد برپا ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ کا تمام لوگوں پر فضل ہے۔(41)۔ حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ بعض اقوام کے ذریعے دوسری اقوام کو شکست نہ دلواتے، تو فساد ہی فساد ہوتا۔ جیسے بنی اسرائیل کو طالوت اور داودؑ کی بدولت فتح دلوائی۔(42) اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگوں کو ایک دوسرے (کے ہاتھ) سے نہ گھٹواتا رہتا، تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور گرجے اور یہود کے عبادت خانے، وہ مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے، سب منہدم ہو گئے ہوتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرتے ہیں جو اس کی مدد کرتا ہے"۔(43) ایک اور آیت، "قتال کرو ان کے ساتھ، یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ اور ہو جائے سارے کا سارا دین اللہ کے لیے، پس اگر وہ باز نہ آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دیکھنے والا ہے جو وہ کر رہے ہیں"۔(44) صاحب ابن کثیرؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر کے پاس دو آدمی ابن زبیر کے فتنے کے دور میں آئے، انہوں نے کہا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ کیا کر رہے ہیں، حالانکہ آپ تو ابن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں اور صحابی رسول ہیں، تو آپ کو کیا چیز مانع ہے کہ آپ خروج نہیں کرتے۔ تو ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ اللہ نے مجھ پر مسلمان بھائی کے خون کو حرام کر دیا ہے، وہ کہنے لگے کیا اللہ نے یہ نہیں کہا ، ان لوگوں نے یہ آیت مذکورہ پڑھی، تو ابن عمر نے جواب دیا کہ ہم نے قتال اور جہاد کیا، یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو گیا اور دین تمام کا تمام اللہ کا ہو گیا اور تم قتال کر کے یہ چاہتے ہو کہ فتنہ اور دین غیر اللہ کا ہو جائے۔(45) ان آیات اور ابنِ عمرؓ کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں ضرور دیکھنا چاہیے کہ ہم اللہ کی دین کی اشاعت کا سبب بن رہے ہیں یا فتنہ اور فساد کی وجہ بن رہے ہیں جیسا کہ ابن عمرؓ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اس وقت انتہاپسندی دنیا کیلئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ خصوصاً مسلم ممالک میں جو اس وقت انتشار اور فساد کی آماجگاہ بنے ہوئے

ہیں۔ اس وقت امتِ مسلمہ کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہے اجتماعیت کی جس کا ہمارے اندر مکمل طور پر فقدان ہے۔ اگر ہم مسلمان ہیں اور ہمارا اللہ ہمارا نبی اور ہمارا قرآن اور ہمارا قبلہ ایک ہے تو ہمیں سب اختلافات کو بھلانا ہو گا۔

اس کی بہترین مثال حج ہے، حج میں ہر فقہ اور فرقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ حج کے دوران ہر مسلمان چاہیے مشرق کا ہو یا مغرب، بادشاہ ہو یا غلام، امیر ہو یا فقیر، سب ایک جیسا لباس پہنتے ہیں، حج کے دوران حجاج کرام یکساں اور سادہ لباس زیب تن کرتے ہیں۔ سارے حجاج ننگے سر اجتماعیت کا عمدہ مظاہرہ پیش کرتے ہیں اور تمام ممنوعہ باتوں مثلا خوشبو لگانا، ناخن کٹوانا وغیرہ سبھی یکساں طور پر پرہیز کرتے ہیں، اگر غلطی سے بھی کسی جاندار شئ کو مارے گا دم لازم آئے گا، یہاں تک کہ اگر اس نے ایک مکھی یا جوں کو بھی مارا تو اس پر دم لازم آئے گا، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بہت ساری حلال چیزیں حاجی کیلئے حالتِ احرام میں حرام ہو جاتی ہیں۔ ہمیں حج سے ایک تو سبق اجتماعت کا حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس میں یہ تعلیم دینا چاہتے ہیں کہ تم اتحاد اور اتفاق کی لڑی میں پُر جاؤ، جس طرح تم یہاں ایک جگہ جسم کے لحاظ سے اکھٹے ہوئے ہو اسی طرح تمہیں جسم و جان اور دل و دماغ کے اعتبار سے بھی اکٹھا ہونا چاہیے اور تمام تر اختلافات کو بھلا کر اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ دوسرا اہم سبق اس حج سے یہ ملتا ہے کہ حاجی کیلئے جب کسی ادنی جاندار شئ کا مارنا درست نہیں تو انسان کا مارنا کہاں درست ہو سکتا ہے، تو حج کے بعد بھی حاجی کی زندگی حج والے دنوں کی طرح ہونی چاہیے کہ جس طرح حج کے دنوں میں اس سے ساری مخلوق مامون تھی اسی طرح حج کے بعد بھی بقیہ زندگی اس کی حج والی زندگی کی طرح ہو کہ اس سے ہر جاندار مخلوق مامون ہو۔ اور تیسرا نکتہ جس کا تعلق دنیا اور آخرت دونوں کے ساتھ ہے، کہ جس طرح حاجی کیلئے بہت ساری جائز چیزوں کا کرنا بھی حج کے دوران جائز نہیں ہوتا بلکہ تین چیزیں جو انسان کی بنیادی ضرورت ہیں وہ بھی بالکل سادہ سے ہونی چاہیے، جیسا کہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے، کہ انسان کی تین بنیادی ضرورت ہیں، (مکان، لباس، اور خوراک) لیکن اگر میں اور آپ حاجی کے لباس کو دیکھیں تو اس کا لباس سفید اور بالکل سادہ سا کوئی خاص قیمتی نہیں، اسی طرح اس کی خوراک کا پتہ نہیں کیونکہ وہ رب تعالی کے احکامات کو پورا کرنے میں لگا ہوا ہے، اور اس کے پاس مکان تو ہے نہیں کہ جس کے ذریعے وہ اپنے سر کو چھپا سکے۔ اس طرح مومن کو دنیا کے اندر اپنی خواہشات نفسانی پر قابو پانا ضروری ہے اور اس کیلئے صرف دنیاوی زندگی مقصود نہ ہو بلکہ وہ رب تعالیٰ کے احکامات کو سامنے رکھتے ہوئے جس طرح حج کے اندر رب کے احکامات کی پابندی کرتا ہے اسی طرح حج کے باہر اور اس کی پوری زندگی اللہ کی رضامندی اور جناب رسولؐ کی اتباع میں گزارنی چاہیے۔ اور تین بنیادی چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے اپنا تن من دھن اور اپنا سارا وقت اسی میں

نہ لگا دے کہ رب تعالیٰ کو بھول جائے اور اتنا دور اس سے نہ چلا جائے کہ ان کے حصول میں جانور بن جائے، اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے آمین۔ جناب رسول ﷺ کی کئی احادیث اس بات کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہیں کہ مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑنا درست نہیں ان میں ایک یہ ہے، جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا، "جو شخص حاکم کی اطاعت سے باہر ہو جائے اور جماعت کا ساتھ چھوڑ دے پھر وہ مرے تو اس کی موت جاہلیت کی سی ہو گی اور جو شخص اندھے جھنڈے کے تلے لڑے (جسکی لڑائی درستی شریعت سے صاف صاف ثابت نہ ہو) غصہ ہو قوم کے لحاظ سے یا بلاتا ہو قوم کی طرف یا مدد کرتا ہو قوم کی اور اللہ کی رضامندی مقصود نہ ہو، پھر مارا جاوے تو اس کا مارا جانا جاہلیت کے زمانے کا سا ہو گا اور جو شخص میری امت پر دست اندازی کرے اچھے اور بروں کو ان میں قتل کرے اور مومن کو بھی نہ چھوڑے اور جس سے عہد ہوا ہو اس کا عہد پورا نہ کرے تو وہ مجھ سے کوئی تعلق اور علاقہ نہیں رکھتا اور میں اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔(46)

اس دفعہ حج کے موقع پر امام کعبہ نے درست فرمایا کہ اختلاف ایک ایسا ناسور ہے، جو عالمِ اسلام میں جڑ پکڑ تا چلا جا رہا ہے۔ دنیا میں مسلماں تعداد کے اعتبار سے کم نہیں۔ دنیا میں مسلم ممالک کی تقریباً تعداد 58 کے قریب ہے اور دنیا میں معدنی ذخائر میں 75 فیصد کے ممالک ہیں۔ اگر ہمارے پاس کمی ہے تو دور اندیش، بہادر، منصف اور متقی لیڈر کی کمی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اتفاق اور اتحاد کا فقدان ہے، اور نہ ہی مستقبل میں کوئی ایسا ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔

بین الاقوامی سطح پر امن اور فساد کا تجزیہ اور ان کا حل

قول باری تعالیٰ ہے کہ "تحقیق ان لوگوں کا بدلہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرنے کی کوشش کرتے ہیں (ان کی سزا) یہ کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا سولی چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف جانب سے (یعنی دایاں ہاتھ بایاں پاؤں) کاٹ دیا جائے یا ان کو جلا وطن کر دیا جائے، یہ ہے رسوائی دنیا کے اندر ان کیلئے اور آخرت میں بہت بڑا عذاب ہو گا"۔(47) "آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کیلئے تیار کر رکھا ہے جو زمین میں فسا اور بڑائی کا ارادہ نہیں رکھتے اور (اچھا) انجام تو متقین کیلئے ہے"۔(48) علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر میں اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اگر زمین کے اندر غلبہ اور تسلط کا ارادہ کرتا ہے یہ "علوا" ہے اور ظلم اور تعدی اس کی مخلوق پر کرے یہ فساد ہے جیسے فرعون اور قارون نے کیا۔ ایک اور آیت "اگر حق (اسلام) ان کی خواہشات کی پیروی کرے تو زمین و آسمان کے اندر اور جو کچھ ان میں ہے فساد ہی فساد ہوتا)"۔(49) اللہ کو بھی زمین کے اندر فساد اور قتل وغارت بالکل پسند نہیں، اللہ بھی امن کو چاہتے ہیں

اور اس کے رسول ﷺ بھی ہمیشہ اس چیز کی امت کو تعلیم دیتے رہے۔ جناب رسول ﷺ کا خطبہ حجتہ الوداع اس کی ایک بہترین دلیل اور مثال ہے۔ جناب رسول ﷺ کے وہ خطبات جو آپ نے حج کے موقع پر مختلف مقامات پر دیئے ان کی بڑی اہمیت ہے، کیونکہ جناب رسول ﷺ نے ان خطبوں میں ایک عام آدمی سے لے کر خلیفہ تک کہ حقوق بیان کیے، اور چاہے وہ حقوق سیاسی اور حکومتی حوالے سے ہوں یا معاشرتی اور انفرادی حوالے سے ہوں۔ پوری انسانیت اگر ان کو ایک قانون کی حیثیت دے خصوصاً اقوامِ متحدہ، تو ساری انسانیت کے مسائل اور خصوصاً مسلم ممالک کے مسائل اور پریشانیاں دور ہو سکتی ہیں۔ لیکن افسوس صرف وہ ہماری کتب میں موجود ہیں زندگیوں اور ایوانوں میں نہیں ہیں۔ ان کا ذکر کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ ﷺ کے ان خطبات اور دفعات کو قانون کی جگہ دے کر ہی دنیا میں امن اور سکون آسکتا ہے وہ کتب میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں اور کئی علماء نے اس پر کتب بھی الگ لکھی ہیں۔

امن کو قائم کرنے کیلئے اہم اقدامات بین الاقوامی سطح پر

ایک سادہ سا اصول ہے کہ جب دو افراد یا دو اقوام میں جھگڑا ہوتا ہے تو ان کے درمیان آپس میں صلح کرانے اور باہمی اتفاق سے حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ سب سے پہلا مرحلہ بغیر کسی معاہدہ اور جنگ کے صلح کی کوشش کی جاتی ہے، اگر اس طریقے سے صلح ہو جائے تو اچھا وگرنہ دوسری صورت معاہدہ ہوتا ہے اور یہ عام قانون ہے جو کہ اس وقت پوری دنیا میں رائج ہے۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے دو معاہدات ایک جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تو جناب رسولؐ نے ایک معاہدہ یہود کے ساتھ کیا، اس میں جناب رسولؐ کا مقصد یہ تھا کہ پوری انسانیت امن وسلامتی کی سعادتوں سے بہرہ ور ہو اور مدینہ کے ارد گرد جتنے قبائل رہتے ہیں وہ بھی مامون و محفوظ رہیں، جناب رسولؐ کا یہ معاہدہ رواداری اور کشادہ دلی کی روشن دلیل ہے۔(50) دوسرا معاہدہ جناب رسولؐ کا کفارِ مکہ کے ساتھ ہوا۔ یہ معاہدہ امن کے حوالے سے ایک تاریخی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ کفار اور مسلمانوں کے درمیان کافی عرصے سے جنگیں جاری تھی ان کا انسداد ہوا، یہ صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے(51) ان معاہدات کی تفصیل اور دفعات کو ذکر نہیں کیا جائے گا کیونکہ مقصود صرف ان کے ذکر کرنے کا یہ ہے، کہ جس طرح جناب رسول ﷺ نے کفار کے ساتھ معاہدات کیے، ان معاہدات میں کچھ اپنے مطالبات منوائے اور کچھ مخالف جماعت کے مطالبات کو تسلیم کیا، اسی طرح امت مسلمہ بھی آپس میں معاہدات کرے اور غیر مسلم ممالک کے ساتھ بھی اس طرح کے معاہدات کیے جائیں، تاکہ لوگوں کی جان، مال اور عزتیں محفوظ ہو جائیں۔

تیسری صورت امن لانے کی اور فساد کو ختم کرنے کی

آخری صورت کہ جب صلح اور معاہدہ سے بات نہ بن رہی ہو تو انجام کار جنگ ہی ہوتی ہے۔ تاریخ اس پر گواہ ہے کہ مسلمانوں کی کفار کے ساتھ جنگیں ہوتی رہیں، جنگ کی بنیادی وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ کوئی بھی مذہب ہو، قوم یا ریاست ہر ایک کے اپنے قوانین ہوتے ہیں، جب کوئی قوم دوسرے کے قوانین کی پاسداری نہیں کرتی، تو مجبوراً مد مقابل کو ہتھیار اٹھانا پڑتے ہیں۔ اسی طرح دین اسلام بھی ہمیں یہ کہتا ہے کہ جب کوئی صورت نہ رہے کہ لوگ نہ اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہوں، نہ ذمی بننے کے لیے اور نہ ہی ہمارے جان، مال اور عزتیں محفوظ ہوں تو تب اسلام کہتا ہے کہ اب ہتھیار اٹھاؤ، اور صرف یہ اسلام نہیں کہتا بلکہ دنیا کا ہر مذہب اور ریاست کے قوانین یہی کہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتے ہیں "اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالی بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے غالب نہ کرتے تو زمین میں فساد ہی فساد ہوتا، لیکن اللہ تعالی کا تمام عالم پر فضل ہے۔(52)اس کی تفصیل میں پہلے ذکر چکا ہوں۔

تجاویز

اس وقت پوری دنیا اور خصوصاً اسلامی ممالک جنگ کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں، ہر طرف فساد ہی فساد نظر آتا ہے۔ میلنڈا گیٹس فاؤنڈیشن کے ایک سروے کے مطابق انسانوں کے دو بڑے قاتل ہیں، ایک مچھر اور دوسرا خود انسان ، انسانوں کا دوسرا بڑا قاتل خود انسان ہر سال چار لاکھ پچھتر ہزار انسانوں کو قتل کرتا ہے۔(53)   اس وقت ہر ریاست اور حکومت کو اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ اعتدال کے دامن کو نہ چھوڑے اور دوسرے کے حقوق اور قانون کی قدر کرے، وگرنہ فساد کا ختم ہونا ناممکن ہے۔

اعتدال کا دامن چھوڑ کر افراط و تفریط کا شکار ہو جانے کو انتہا پسندی کہتے ہیں، اگر کوئی شخص یا قوم راہ اعتدال سے منحرف ہو جائے، تو پھر وہ افراط اور تفریط کا شکار ہو جاتا ہے، کوئی بھی فرد یا قوم نقطہ اعتدال سے جتنا دور ہو جاتی ہے ،وہ اسی قدر انتہا پسندی کے قریب ہوتی چلی جاتی ہے، انتہا پسندی کی انتہا دہشتگردی اور خونریزی ہے۔ اس وقت صورتحال کویت میں مسجد الصادق میں خودکش حملہ ہو، تیونس میں سیاحوں کے ہوٹلوں پر حملہ، افغانستان میں جنگ، عراق کی گلی گلی میں خون، شام کی صورتحال، دوسری طرف القدس میں فلسطینیوں پر ظلم وستم، کشمیریوں پر بھارتی افواج کا تشدد، برما میں روہنگیا مسلمانوں کی حالت زار اور مسلمانوں کی حالت انڈیا میں اور خصوصاً اس وقت شام کے حالات ہیں۔ جو انبیاء کرام کی سرزمین ہے، جو پانچ سال سے جنگ کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ عالمی میڈیا اس بات کو

تسلیم کرتا ہے کہ پانچ سال میں بشار الاسد کے ہاتھوں اس کے اپنے ملک کے 4 لاکھ شہری موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ جبکہ 80 لاکھ بے گھر ہو چکے ہیں۔ یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ اندازہ تو انتہائی محتاط ہے۔ اصل تعداد تو اس سے کہیں زیادہ ہے، لاکھوں شامی مائیں اپنے پھول اور کلیاں سینوں سے چمٹائے ہوئے اور باپ کندھوں پر بٹھائے ہوئے ملکوں میں بھوکے پیاسے تڑپ رہے ہیں، کتنے ملکوں کی سرحدوں پر خاردار تاریں ان معصوم کلیوں کی چہروں کو چیر رہی ہیں۔ سرخ اور سفید گلاب جیسے چہرے خون سے لت پت ہیں، لیکن کسی کو ترس نہیں آتا۔ آخر اس کے خلاف اقوام متحدہ میں کوئی قرارداد کیوں نہیں پاس ہوتی۔ 16 مارچ 2011ء کا وہ دن ساری دنیا کو یاد ہے کہ درعا نامی شہر کے سکول کے بچوں نے بشارالاسد کے ظلم وستم کے خلاف دیواروں پر چند جملے تحریر کر دیئے تھے۔ بشارالاسد کے کارندوں کو پتہ چلا کہ یہ جرات اور ہمت سکول کے بچوں نے کی ہے تو اس سکول کے سارے بچوں کو پکڑ کر 12 کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے تھے اور بعد میں اکثر کو موت کی نیند سلا دیا گا۔ کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کبھی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید میرا نظریہ اور علم غلط ہو۔ لیکن عرب کے اندر دو بڑی طاقتیں تھیں یا دو بڑے لیڈر تھے، ان کو موت کی نیند سلا دیا گیا اور ان کی عوام کو بھی بے گناہ قتل کرا گیا، ان کی عزتیں لوٹی گئیں، لیکن کسی نے چوں چراں تک نہیں کی، بلکہ ساری دنیا تماشا دیکھتی رہی، اب ایک مضبوط ملک شام بچا ہے، تو اس کو بھی اپنے آخری مراحل میں اسلام دشمن طاقتیں ملیامیٹ کرنا چاہتی ہیں بلکہ کر چکی ہیں۔

سابق صدر جارج بش کے بعد برطانیہ کے سابق وزیر اعظم ٹونی بلئیر نے اعتراف کر لیا ہے کہ عراق پر جنگ مسلط کرنا ان کی غلطی تھی اور عراق کے پاس کیمیکل ہتھیاروں کی موجودگی کی اطلاعات بھی بے بنیاد تھیں۔ اور ٹونی بلئیر کا کہنا ہے کہ ہم جنگ کے متوقع نتائج کا اندازہ کرنے میں ناکام اور قاصر رہے ہیں۔ عراق کے حوالے سے منصوبہ بندیاں کرنے میں بھی بعض غلطیاں سرزد ہوئیں۔ ٹونی بلئیر نے اپنی غلطی پر معذرت کی ہے۔ برطانیہ کے سابق وزیر اعظم کو معافی کے الفاظ ادا کرنے کے فیصلے تک پہنچنے میں بارہ سال لگ گئے، ادھر امریکی انتخابات میں ری پبلکن پارٹی کے صدارتی امیدوار ڈونلڈ ٹرمپ نے کہا ہے کہ اگر صدام حسین اور معمر قذافی زندہ ہوتے تو آج نہ صرف لیبیا اور عراق کے حالات اچھے ہوتے بلکہ پوری دنیا بہتر مقام پر ہوتی۔

امریکی صدر باراک اوباما نے لیبیا کو اپنے دور اقتدار کی سب سے 'بدترین غلطی' قرار دے دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قذافی کو اقتدار سے الگ کرنے کے بعد مناسب منصوبہ بندی نہیں کی گئی تھی، جس کی وجہ سے وہاں حالات خراب ہوئے۔ امریکی صدر باراک اوباما نے کہا ہے کہ معمر قذافی کو اقتدار سے الگ کیے جانے کے بعد مناسب منصوبہ

بندی کی جانا چاہیے تھی تا کہ وہاں کے حالات بہتر بنانے کی کوشش کی جا سکتی۔ تاہم انہوں نے کہا کہ لیبیا میں عسکری کارروائی ایک درست اقدام تھا۔

امریکی نشریاتی ادارے فوکس نیوز کو انٹرویو دیتے ہوئے اوباما نے کہا کہ لیبیا کی پالیسی ان کے دور کی 'بدترین غلطی' ثابت ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس شمالی افریقی ملک میں مداخلت سے قبل ہی طویل المدت پالیسی بنا لینا چاہیے تھی گزشتہ ماہ ہی باراک اوباما نے اپنے ایک انٹرویو میں برطانوی وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون اور سابق فرانسیسی صدر نکولا سارکوزی کو تنقید کا نشانہ بھی بنایا تھا۔ انہوں نے لیبیا میں بم حملوں کی مہم کے تناظر میں ان رہنماؤں کے کردار پر سوالیہ نشان اٹھاتے ہوئے کہا تھا کہ کیمرون 'بدحواس' ہو گئے تھے جبکہ سارکوزی اپنے ملک کی تشہیر چاہتے تھے۔(54) باراک اوباما صاحب کو بھی پانچ سال اپنی غلطی تسلیم کرنے کو لگ گئے لیکن ان کی اس غلطی کی وجہ سے ہزاروں جانیں نہیں بلکہ لاکھوں جانیں ضائع ہوئیں اور کئی لوگ اپنے ہاتھ پاؤں سے معذور ہو گئے لیکن کسی کو کیا درد کیونکہ مسلمان کی جان اتنی قیمتی نہیں جتنی ایک کافر کی قیمتی ہے۔ اب ایک مضبوط ملک ترکی بچا ہے، اس کو اگر کچھ عرصہ پہلے دیکھا جائے تو وہ بھی اپنے آپ کو یورپ کے کلچر اور ثقافت میں ڈھالنا چاہتا تھا اور اپنی کرنسی بھی یورو میں تبدیل(convert) کرنا چاہتا تھا، لیکن کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ اوپر والے کے فیصلے کچھ اور ہوتے ہیں اور اسی طرح اسلامی ممالک میں ایک بڑی طاقت پاکستان ہے۔ اللہ اس کی بھی مکمل اور صحیح حفاظت فرمائے اور یہاں بسنے والے مسلمانوں کی جان و مال اور عزت کی حفاظت فرمائے اور امن کی فضاء کو عام کرے، آمین۔ اور میں درخواست گزار ہوں کہ سب اسلامی ممالک مل کر شام کے حالات بہتر بنانے کی جلد از جلد کوشش کریں، خصوصاً پاکستان، ترکی اور سعودی عرب، ان کی ذمہ داری ہے، کہ اس مسئلہ کا حل تلاش کریں اور ہم سب مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور توبہ کرنی چاہیے۔ ہم مسلمانوں نے بھی دنیا پر کئی سو سال حکومت کی ہے۔ خلافت راشدہ کا تیس سالہ زمانہ ہو یا بنو امیہ کا 90 سالہ دور، خلافت عباسیہ کا 525 سالہ حکومت کی بات ہو یا خلافت عثمانیہ کا 650 سو سالہ دور ہو یا ہند کے مسلمان بادشاہوں کا زمانہ ہو، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ طاقت کے نشے میں آکر کسی مسلمان حکمران نے غیر مسلم یا ذمیوں کی عزت یا ان کو جڑ سے اکھیڑنے کی کوشش کی ہو یا ان کو ملک بدر کیا ہو، بلکہ جس طرح ایک مسلمان کے حقوق ہوتے ہیں اسی طرح ایک کافر ذمی کے بھی حقوق ہوتے ہیں اور وہ اس بات کو صحیح طور پر جانتے ہیں۔ لہٰذا اقوام متحدہ ہو کے چاہیے کہ اس کو کچھ فی الفور اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

(1) اگر مسلمانوں کے حقوق کے تحفظات چاہتے ہیں تو پاکستان، سعودی عرب یا ترکی میں سے ایک ملک کو ویٹو پاور بنانا چاہیے، جس طرح پہلے ویٹو پانچ ملک ہیں تو ایک اسلامک ملک بھی ہونا چاہیے،

(2) خصوصاً شام کے حالات کا فوراً جائزہ لیا جائے اور اس کا حل نکالا جائے، لیکن باتوں کی حد تک نہ ہو بلکہ عملی طور پر اقدامات کیے جائیں بشار الاسد کو فی الفور برطرف کیا جائے، اور روسی مداخلت کو عملی طور پر روکا جائے جو سارے حالات کا ذمہ دار ہے بلکہ طاقت میں آ کر وہ سعودی عرب اور ترکی کو بھی دھمکی دے رہا ہے، کہ وہ اس طرف مت دیکھیں ورنہ ان کے خلاف بھی کارروائی کی جا سکتی ہے۔

(3) کشمیریوں کو ان کے حقوق دیئے جائیں، "Referendum" کرایا جائے کہ ان کو اختیار دیا جائے کہ وہ پاکستان، انڈیا یا آزاد رہنا چاہتے ہیں ان کی صوابدید پر مسئلہ کا حل نکالا جائے، یہ اہم ذمہ داریاں ہیں جو اقوام متحدہ پر عائد ہوتی ہیں۔

حوالہ جات

1۔ المائدہ، 32/5

Al-Maida, 5/32

2. الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المعجم الاوسط، الناشر۔ دار الحرمین۔ القاهرة، من اسمہ محمد، جزء5، حدیث نمبر5541،

Al-Tabarani, Abu Al-Qasim Sulaiman Ibn Ahmad Al-Tabarani, Al-Mu'jam al-awsat, Al-Nasher. Dar al-Harameen. Al-Cahra, Min Asma Muhammad, Part 5, Hadith No. 5541.

3۔ امام، مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیشاپوری، الجامع الصحیح، الناشر: دار الجیل بیروت + دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظهور الفتن، حدیث نمبر، 4892، عدد الاجزاء،

Imam, Muslim, Abu al-Hussein Muslim bin Al-Hajjaj bin Muslim Al-Qashiri Al-Nishapuri, Al-Jama'i al-Sahih, Publisher: Dar al-Jail Beirut + Dar al-Faq al-Jadidah, Beirut, Bab al-Amr Bilzoom al-Jamaa at the appearance of al-Fitn, Hadith No. 4892,

4. امام، بخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ البخاری الجعفی، الجامع الصحیح، الناشر: دار ابن کثیر، الیمامہ۔ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1407۔1987، کتاب الایمان، حدیث نمبر13

Imam, Bukhari, Muhammad bin Ismail Abu Abdullah Al-Bukhari Al-Jaafi, Al-Jami' al-Sahih, Al-Nasher: Dar Ibn Kathir, Al-Ymamah. Beirut, Al-Tabbat al-Salis, 1407. 1987, Kitab al-Iman, , Hadith No. 13

5۔ امام، مسلم، الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام وای امورہ افضل، حدیث نمبر، 171، عدد الاجزاء، ثمانیۃ اجزاء فی اربع مجلدات،

Imam, Muslim, Al-Jama'i al-Sahih, Al-Iman, Chapter Bayan Tafazil al-Islam wa Amura Afzal, Hadith No. 171,

6۔امام، ترمذی، محمد بن عیسی ابو عیسی الترمذی السلمی، السنن الترمذی، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، تحقیق: احمد محمد شاکر و آخرون، البر والصلۃ ،باب18 ماجاء فی شفقۃ المسلم علی المسلم، حدیث نمبر،1927 اور1928، الاحادیث مذیلۃ باحکام الالبانی علیھا،

Imam Tirmidhi, Muhammad bin Isa Abu Isa al-Tirmidhi al-Salami, Sunan al-Tirmidhi, Revival of Arab Heritage. Beirut, Research: Ahmad Muhammad Shakir and Akhroon, Al-Albar wa Salat, Chapter 18 Ma Jaya in Shafaqat Al-Muslim Ala-alMuslim, Hadith No. 1927 and 1928,

7۔امام، ترمذی،، البر والصلۃ، البر والصلۃ، باب ماجاء فی السترۃ علی المسلم، حدیث نمبر،1930،

Imam, al-Tirmidhi, al-albar wa sallat, chapter ma jaya fi-al-Sitra Ala-alMuslim, Hadith No. 1930.

8۔امام، ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، الناشر، دار الکتاب العربی۔ بیروت، عدد الاجزاء:4، مصدر الکتاب۔ وزاراۃ الاوقاف المصریہ واشاروالی جمعیۃ المکنز الاسلامی، الادب، باب فی عن التجسس، حدیث نمبر،4890،

Imam, Abu Dawud, Sulaiman bin Ash'ath al-Sajistani, Sunan Abi Dawud, Al-Nasher, Dar al-Kitab al-Arabi. Beirut, Add-ul-Ajzaa: 4, Masdar al-Katab.Al-Adab, Chapter on Curiosity, Hadith. No, 4890,

www.hamariweb.com/articles/artiale.aspx?id=66034۔9

10۔امام، بخاری، حدیث نمبر،25، باب فان تابواواقامواالصلاۃ وآتواالزکاۃ فخلوا سبیلھم، التوبہ:15، حدیث نمبر،25/۔ دوسری حدیث۔31، باب وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما، الحجرات،9/۔

Imam, Bukhari, Hadith No. 25, Chapter Fan Tabwa Waqam Salat wa Atwa Al-Zakaat Fakhlua Sabilham, Al-Tawbah: 15, Hadith No. 25/. The second hadith. 31, Chapter wan Taiftan Min al-Mu'minin Iqtatlwa fa Salkhwa Benhama, Hujarat, 9/.

11۔امام، مسلم، باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لاالہ الااللہ، حدیث:287

Imam, Muslim, Chapter Tahirim Killing the Infidels After Saying There is no God but Allah, Hadith: 287

12۔امام، ابو داؤد، سنن ابی داؤد، الحدود، باب الحکم فیمن ارتد، حدیث نمبر،4354

Imam, Abu Dawood, Sunan Abi Dawood, Al-Hudaud, Chapter of Al-Hikam Femin Airtadda, Hadith No. 4354

13۔المائدہ:5/8

Al-Maida: 5/8

14۔امام، بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، حدیث نمبر،13،، کتاب الحدود، باب ظہر المؤمن حمی الا حد او

حق، حدیث نمبر،6403

Imam, Bukhari, Kitab al-Iman, Chapter Min al-Iman in Yahab Lakhiya Ma Yahab Linafsie, Hadith No.13,Hadith No. 6403,

15۔امام، بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب في النکاح، حدیث نمبر،4776

Imam, Bukhari, Kitab al-Nikah, chapter al-Turghib fi al-Nikah, Hadith No. 4776

16۔امام، بخاری، کتاب النکاح، باب لزوجک علیک حقا، حدیث نمبر،4903،

Imam al-Bukhari, Kitab al-Nikah, chapter lizojik alaik haqqaa, Hadith No. 4903

17۔امام، ترمذی، البر والصلہ، حق الجوار،، حدیث نمبر،1942

Imam, Tirmidhi, Al-Barr-Wal-Sala, Haqq Al-Jawwar, Hadith No. 1942,

18۔ آلوسی، شھاب الدین محمود ابن عبد اللہ الحسینی الآلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار احیاء التراث العربی بیروت۔لبنان، ج،4، ص،48

Alousi, Shahab al-Din Mahmud Ibn Abdullah al-Husseini al-Loosi, Ruh al-Ma'ani fi Tafsir al-Qur'an al-Azeem wa Al-Saba al-Mathani, Dar Ihya al-Tarath al-Arabi Beirut. Lebanon, Vol. 4, p. 48

19۔یوسف،12/ 54،55

Yusuf, 12 / 54, 55

20۔ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی، المحقق:السامی بن محمد سلامہ، تفسیر القرآن العظیم، الناشر: دار طیبة للنشر و التوزیع، الطبعة الثانیہ:1420ھ۔1999م، عدد الجزاء۔8، ج،2، ص،338،

Ibn Kathir, Abu al-Fada Ismail ibn Umar ibn Kathir Al-Qurashi al-Damashqi, Al-Muhaqiq: Al-Sami ibn Muhammad Salamah, Tafsir al-Qur'an al-Azeem, Publisher: Dar Tayyaba for publishing and al-Tawzi'ah, Al-Tabbat al-Thania: 1420 A.H. 1999 AD, Issue of Al-Jazi 8, Vol. 2, p. , 338,

21۔۔امام، بخاری، کتاب الرقائق، باب رفع الامانۃ،6131

Imam, Bukhari, Kitab al-Raqaiq, Chapter Rifa al-Amanat, 6131

22۔عسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی بن حجر ابو الفضل العسقلانی الشافعی، فتح الباری، الناشر: دار المعرفۃ۔بیروت،1379، ج،11، ص،335

Asqlani, Ibn Hajar, Ahmad bin Ali bin Hajar Abu al-Fazl al-Asqlani al-Shafi'i, Fateh al-Bari, publisher: Dar al-Marafah. Beirut, 1379, vol. 11, p. 335

23۔امام، مسلم، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، حدیث نمبر186

Imam, Muslim, chapter Bayan kun al-nahi an al-mankar min-ileeman, hadith number 186

24۔ امام، نووی، ، ابوزکریا یحیی بن شرف بن مری النووی، شرح النووی علی صحیح المسلم، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج الناشر: دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، ج،2، ص،23

Imam, Nawi, Abu Zakaria Yahya bin Sharaf bin Marri al-Nawi, Sharh al-Nawwi Ala Sahih al-Muslim, al-Manhaj Sharh Sahih Muslim bin al-Hajjaj, al-Nashir: Dar Ihya al-Tarath al-Arabi, Beirut, vol. 2, p. 23

25۔ صفی الرحمن، صفی الرحمن المبارکفوری، الرحیق المختوم۔ ناشر ادارۃ الشؤون الاسلامیہ دولۃ قطر بیروت، 1428ھ۔2007ء، ص،62

Safi Rahman, Safi Rahman Al Mubarak Fori, Al Raheeq Al Maktoum. Publisher of Islamic Affairs Department, Dullah Qatar Beirut, 1428 H. 2007, p. 62

26۔ القریش: 102/1۔4

Al-Quraish: 102/1.4

27۔ ابن کثیر، الطبعۃ الثانیہ: 1420ھ۔1999م، عدد الجزاء۔8، ج،8، ص،491

Ibn Katheer, al-Tabbat al-Thania: 1420 A.H. 1999 Aada-dul-al-Jazi-8, vol. 8, p. 491

28۔ النحل: 12/112

Al-Nahl: 12/112

29۔ الانعام: 6/108

Al-An'am: 6/108

30۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج،7، ص،315

Ibn Katheer, Tafsir al-Qur'an al-Azeem, vol. 7, p. 315

31۔ آل عمران، 3/103

Al-Imran, 3/103

32۔ مفتی محمد شفیع صاحب، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی پاکستان، طبع جدید: 2002ء۔1423ھ، جلدیں،8، ج،3، ص،103

Mufti Muhammad Shafi Sahib, Maarif al-Qur'an, Edarat al-Maarif, Karachi, Pakistan, modern edition: 2002, 1423 AH, volumes, 8, c, 3, p. 103

33۔ ارشیف ملتقی اھل الحدیث، تم تحمیلہ: فی 7 رمضان 1429ھ-7 ستمبر 2008، جزء،48، ص،318

Archive of Multaqi Ahl al-Hadith, Tum Tahamila: 7 Ramadan 1429 AH - 7 September 2008, Part 48, p. 318

34۔ آل عمران، 3/103

Al-Imran, 3/103

35۔الشوکانی، محمد بن علی الشوکانی، فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر ج،1، ص،554

Al-Shukani, Muhammad Bin Ali Al-Shukani, Fateh al-Qadir al-Jami'e between the art of al-

.Rawiyah and al-Dariyyah from the knowledge of tafsir, vol. 1, p. 554

36۔امام، مسلم، الاقضیہ، باب النھی عن المسائل من غیر حاجۃ، حدیث نمبر:4578

Imam, Muslim, Al-Iqaziyyah, Chapter Al-Nahi An-ul-Masail Min Ghir-Hajjah, Hadith No:

4578

37۔البقرۃ،2/179

Al-Baqara, 2/179

38۔آلوسی، ج،2، ص،113

Alosi, vol. 2, p. 113

www.hamariweb.com/articles/artiale.aspx?id=64471,۔39

40۔الانفال،8/60

60/Al-Anfal, 8

41۔البقرۃ،2/251

Al-Baqarah, 2/251

42۔ابن کثیر، اتفسیر القرآن العظیم، ج،1، ص،669

Ibn Kathir, Atafseer al-Qur'an al-Azeem, vol. 1, p. 669

43۔الحج،22/40

Hajj, 22/40

44۔الانفال،8/39

Al-Anfal, 8/39

45۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج،1، ص،56

Ibn Katheer, Tafsir al-Qur'an al-Azeem, vol. 1, p. 56

46۔امام، مسلم، الامارۃ، باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظھور الفتن، حدیث نمبر،4892

Imam, Muslim, Al-Imarat, Bab al-Amr Bilzoom al-Jamaa at the appearance of Al-Fitn, Hadith

No. 4892

47۔المائدہ،5/33

Al-Maida, 5/33

48۔القصص،28/83

Al-Qasas, 28/83

49۔المؤمنون،23/71

Al-Mu'minun, 23/71

50۔ ابن ھشام، عبد الملک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری ابو احمد ، السیر النبویہ لابن ھشام، الناشر دار الجیل،مکان النشر بیروت،ج،3،ص،47،۔ مزید دیکھیں، ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی دمشقی، تاریخ ابن کثیر،البدایہ والنھایہ، ناشر بیروت،ج،3،ص،273،

Ibn Hisham, Abd al-Mulk Ibn Hisham Ibn Ayyub al-Humiri al-Maafari Abu Ahmad, Al-Sir al-Nabawiyah Labin Hisham, Al-Nasher Dar al-Jail, Makan al-Nashar Beirut, vol.3, p.47. See also, Ibn Kathir, Abu al-Fada Ismail ibn Umar ibn Kathir al-Qurashi Damascus, Tarikh Ibn Kathir, al-Badaya wa Nahaya, Nashir Beirut, vol. 3, p. 273,

51۔ ابن ھشام، عبد الملک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری ابو احمد ، السیر النبویہ لابن ھشام، الناشر دار الجیل،مکان النشر بیروت، ج،4،ص،285۔ مزید دیکھیں، ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی دمشقی، تاریخ ابن کثیر،البدایہ والنھایہ ناشر بیروت، ج،4،ص،192،

Ibn Hisham, Abd al-Malik Ibn Hisham Ibn Ayyub al-Humiri al-Maafari Abu Ahmad, Al-Sir al-Nabawiyah Labin Hisham, Al-Nasher Dar Al-Jail, Makan al-Nashar Beirut, Vol. 4, p. 285. See also, Ibn Kathir, Abu al-Fada Ismail ibn Umar ibn Kathir al-Qurshi Damascus, Tarikh Ibn Kathir, .al-Badaiya wa Nasheya Nashir Beirut, Vol. 4, p. 192

52۔البقرة،2/251

Al-Baqara, 2/251

53۔ www.hamariweb.com/articles/artiale.aspx?id=62279

54۔19179299۔a/لیبیا۔بدترین۔غلطی۔ثابت۔ہوا۔اوباما/www.dw.com/ur